رجسٹرڈ نمبر الکشتیہ

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ششماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
سہ ماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت
ہفتہ وار

اڈیٹر:-
میر حسن الدین ۔ بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ نمبر (۱۰۴) آصفیہ

شرح چندہ
سالانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ششماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
سہ ماہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۵) | ۱۲ اردی بہشت ۵۵ف | ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ | ۱۶ مارچ ۱۹۴۶ء شنبہ | نمبر (۴۸)

بین الاقوامی صورت حال

محکوم اقوام کی بے بسی

بین الاقوامی صورت حال پر غور و تدبر سے نظر ڈالی جائے تو جو چیزیں زیادہ نمایاں نظر آتی ہیں وہ یہ ہیں ۔ ذہنی انتشار و اخلاقی پستی اور جمہوری نقطۂ [illegible] اقوام متحدہ نے سان فرانسسکو کانفرنس سے لے کر آج تک ایک اطمینان بخش نظام نو کی تشکیل کے لئے جو کوششیں کی ہیں وہ بار آور ثابت نہیں ہوئی ہیں ۔ اب تک جو کچھ ہوا وہ صرف یہی ہے کہ اکابر ثلاثہ اپنے سامراجی اغراض کی حد تک آپس میں سمجھوتہ کرسکے ۔ دوسرے الفاظ میں امریکہ، برطانیہ اور روس نے ایسی سکیمیں تیار کیں جو دنیا پر ان کے تسلط کی ضامن ہیں ۔ انہوں نے دنیا کو اپنے اپنے حلقۂ اثر میں تقسیم کر لیا ۔ اور محکوم اقوام کو نظر انداز کر دیا ۔ سیاست عالم کا جو [illegible] ہے اس کا [illegible] رہا ہے ۔ اقوام متحدہ کی انجمن کا منصب بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان سامراجی ممالک کی سلطنتوں کو بحال کیا جائے جو اپنے مقبوضات کھو چکے ہیں ۔ برطانیہ، فرانس اور ہالینڈ کو ان کے کھوئے ہوئے مقبوضات کی واپسی میں اقوام متحدہ کی اخلاقی تائید حاصل ہے ۔

نظام نو کی تشکیل میں چھوٹی قوموں کی کوئی آواز نہیں ۔ یالٹا کے اس خفیہ معاہدہ سے جس کا اب انکشاف ہوا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بین الاقوامی بد دیانتی کس حد تک پہنچ چکی تھی ۔ سوویٹ روس نے جاپان سے اپنی دوستی قائم رکھتے ہوئے برطانیہ اور امریکہ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ جاپان پر حملہ کرے گا ۔ اس کے معاوضہ میں روس سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ چند جاپانی علاقے اس کو دے جائیں گے ۔ اگرچہ چین امریکہ اور برطانیہ کا دوست تھا تاہم امریکہ اور برطانیہ نے روس سے وعدہ کیا کہ چین کے بعض علاقے اس کو دے جائیں گے ۔

اس سے قطع نظر جنگ ختم ہو جانے کے بعد انڈونیشیا اور ہند چینی کی تحریک آزادی کو دبانے کے لئے امریکہ نے برطانیہ کو اخلاقی اور مادی امداد دی ۔ اس مقصد کے لئے برطانیہ نے ہندوستانی نوجوانوں کو استعمال کیا ۔ جنگ میں فتح پانے کے بعد اقوام عالم کی آزادی اور خود اختیاری کے وعدوں سے مستثنیٰ ہوکر اور برطانیہ کے بلند بانگ اعلانات طاق نسیان میں رکھ دیئے گئے اور کمزور اقوام کی تحریک آزادی کو دبانے کے لئے مختلف تدبیریں اختیار کی گئیں ۔

جو قومیں آزاد نہیں ہیں ان کو عملی کاروائیوں میں کوئی آواز حاصل نہیں ۔ اقوام متحدہ کی انجمن نے اب تک کوئی ایسا اصول مدون نہیں کیا جو تمام اقوام پر یکساں منطبق ہو سکے ۔ یہ انجمن ان سامراجی قوتوں کا ادارہ ہے جو دنیا پر تسلط حاصل کرنے کی حد تک آپس میں متحد ہیں ۔

یہ ایسی صورت حال ہے جہاں دنیا کی نصف آبادی آزادی سے محروم رکھی گئی ۔ مشرق وسطیٰ، ہندوستان، مشرق بعید، یونان، ترکی، ایران، عراق، مصر اور عرب ممالک پر اکابر ثلاثہ اپنے سیاسی اور معاشی منصوبوں کے ساتھ چھائے ہوئے ہیں ۔ سوویٹ روس نے یونان میں برطانوی مداخلت کے خلاف احتجاج کیا تھا لیکن جب ایران میں سوویٹ روس کی مداخلت کی نسبت برطانیہ نے سکوت اختیار کیا تو روس نے اپنا احتجاج واپس لے لیا ۔

ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ کو اقوام متحدہ کی انجمن سے باہر رکھا گیا ۔ ہر سامراجی طاقت کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ اپنی سلطنت سے متعلق جو چاہے کرے ۔ محکوم ممالک کے باشندوں کے مطالبۂ آزادی سے متعلق اقوام متحدہ کی انجمن نے عدم مداخلت کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے ۔ اس کے برعکس محکوم اقوام کی شورش کو دبانے کے لئے سامراجی طاقتیں اقوام متحدہ کی انجمن کی تائید حاصل کر سکتی ہیں ۔ اگر یہی طرز عمل باقی رکھا جاتا ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ محکوم اقوام کو فریب دیا گیا ۔ واقعہ یہ ہے کہ اس جنگ کے بعد محکوم اقوام کی قسمتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۔

دنیا کی تاریخ میں جنگ کو کبھی وہ فوقیت حاصل نہیں ہوئی جو آج اس فتح کے بعد حاصل ہوئی ہے (باقی بر صفحہ ۳) ۔

پنگھوڑیاں

بچوں کیلئے

نظمیں

از میکش

قیمت آٹھ آنے

ملنے کا پتہ

چار مینار پرنٹنگ پریس گلزار حوض

مملکت ہفتہ وار

۱۲ اردی بہشت ۱۳۵۵ف

نواب علی یاور جنگ بہادر

ہم اس خبر کو ملک کے لئے فال نیک سمجھتے ہیں کہ حضرت بندگان اقدس نے اپنے شاہانہ عطوفت سے نواب علی یاور جنگ بہادر کو باب حکومت کے رکن کی حیثیت سے منتخب فرما کر ہی خواہان مملکت آصفیہ کی ایک دیرینہ تمنا کو شرف قبولیت بخشا۔ ہم نواب علی یاور جنگ بہادر کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہیں ملک و مالک کی خدمت گزاری کے وسیع تر مواقع حاصل ہو رہے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ جامعہ عثمانیہ ایک بالغ نظر اور ہر دل عزیز وائس چانسلر کی خدمات سے محروم ہو گئی لیکن مملکت آصفیہ کے عظیم تر مفاد کی خاطر جامعہ عثمانیہ اس محرومی کو گوارا کرے گی۔

نواب علی یاور جنگ بہادر کی اس ترقی کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے موجودہ سیاسی پس منظر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ برطانوی پارلیمانی وفد ہندوستان سے واپس ہو کر اپنی رپورٹ پیش کرنے بھی نہ پایا تھا کہ برطانوی کابینہ نے اپنا ایک وفد روانہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ جو دستور ساز مشنری کی تشکیل کا کام آغاز کرے گا۔ آئندہ چند ماہ ہندوستان کی تاریخ میں بہت اہم ہوں گے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین سمجھوتہ ہونا ابھی باقی ہے۔ اسی طرح برطانوی ہند اور ریاستی ہند کے مابین بھی ایک سمجھوتہ ہونا ہے اور ان تینوں عناصر کو آپس میں یہ تصفیہ کرنا ہے کہ وہ برطانیہ سے کس قسم کے تعلقات قائم رکھیں گے۔ ان حالات میں حیدرآباد کے مفاد کی حفاظت اور حیدرآباد کے خارجی موقف کا تعین ایسے اہم مسائل ہیں جن کے صحیح حل کے لئے ضروری تھا کہ نواب علی یاور جنگ بہادر کو وزیر کا درجہ دیا جاتا۔

درون خانہ بھی اصلاحات کا مسئلہ ہنوز التوا میں پڑا ہوا ہے۔ غرض جملہ خارجی اور داخلی دستوری امور اس کے متقاضی تھے کہ ان کے صحیح انصرام کے لئے ایک علحدہ قلمدان وزارت تشکیل دیا جاتا۔ ہمیں توقع ہے کہ نواب علی یاور جنگ بہادر کے ذمہ اسی نوعیت کے کام سپرد کئے جائیں گے تاکہ وہ اپنی خصوصی صلاحیتوں سے ملک کی صحیح خدمت انجام دیں۔ ہم دوبارہ نواب صاحب کو ان کی اس ترقی پر مبارکباد دیتے اور امید رکھتے ہیں کہ جامعہ عثمانیہ میں ان کا جانشین صحیح معنوں میں ان کا جانشین ہوگا۔

ذریعہ تعلیم

ہمیں اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر بڑا تعجب ہوا کہ آنریبل مسٹر سید محمد اعظم صدر المہام تعلیمات نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا کہ ثانوی منزل میں مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم قرار دینا چاہئے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صدر المہام تعلیمات بعض ناعاقبت اندیش لیڈروں کے شور و شغب سے متاثر ہوگئے ہیں۔ اس موضوع پر ہم اس سے قبل متعدد مرتبہ اظہار خیال کر چکے ہیں اور یہ واضح کر چکے ہیں کہ وہ کونسے سیاسی رجحانات ہیں جو اردو کی مخالفت پر ہمارے بعض لیڈروں کو آمادہ کرتے ہیں۔ پہلے ان لیڈروں کا صرف یہ مطالبہ تھا کہ ابتدائی تعلیم مقامی زبان میں دی جائے جب حکومت نے اس مطالبہ کو قبول کر لیا تو ثانوی منزل میں مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کا مطالبہ پیش کیا گیا۔ اس مطالبہ کا تجزیہ کر کے ہم نے کئی بار بتلایا ہے کہ اس کا مقصد محض تعلیمی ضروریات کی تکمیل نہیں بلکہ حیدرآباد کی سیاسی وحدت میں انتشار پیدا کرنا ہے۔ بعض انتہا پسند لیڈر اور ادارے ثانوی منزل میں اردو کے بجائے مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم قرار دینے پر مصر ہیں۔ یہ وہی لیڈر ہیں جو ایک طرف حیدرآباد کو ایک سیاسی وحدت تسلیم کرتے ہیں اور اس کو ایک سیاسی وحدت کی حیثیت سے برقرار رکھنے کی تائید کرتے ہیں اور دوسری طرف اردو کی مخالفت کرتے ہیں جو ہمارے ساتھی میل ملاپ اور سیاسی وحدت کو مستحکم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر ان مٹھی بھر لیڈروں کے مطالبہ کے مطابق اردو کے بجائے مقامی زبانوں کو ثانوی منزل میں ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا تو وہ طالب علم جو تلنگی، مرہٹی یا کنڑی میں میٹرک پاس کریں گے جامعہ عثمانیہ میں پہنچ کر اس کے بعد یہ مطالبہ شروع ہوگا کہ ان طلباء کے لئے مقامی زبانوں میں متعدد جامعات قائم کی جائیں۔ فرض کیجئے کہ ایسے مطالبہ کو قبول کر کے حیدرآباد میں چار جامعات قائم کر دی گئیں تو ان جامعات سے تعلیم پا کر نکلنے والے طلباء سرکاری ملازمت کے لئے موزوں نہیں ہونگے کیونکہ سرکاری اور دفتری زبان اردو ہے۔ کیا اس کے بعد یہ مطالبہ نہیں کیا جائے گا کہ ہر علاقہ کا نظم و نسق اسی علاقہ کی زبان میں چلایا جائے؟ اگر ایسی صورت پیدا ہو تو اس بات کا اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ ہماری سیاسی وحدت کا کیا حشر ہوگا۔ اس تجزیہ سے ظاہر ہوگا کہ مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کا مطالبہ محض مقامی تعلیمی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نہیں پیش کیا جا رہا ہے بلکہ اس کے عقب میں زبردست سیاسی محرکات اور دور رس رجحانات کار فرما ہیں۔ ہم یہ تجزیہ کئی بار اسی ہفتہ وار کے صفحات پر پیش کر چکے ہیں مگر کسی گوشے سے آج تک اس کی تردید نہ ہوئی جس سے ہمارے شبہات یقین کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔

ہم اپنی یہ رائے ظاہر کر چکے ہیں کہ مقامی زبانوں کو ثانوی منزل میں لازمی زبان کی حیثیت سے پڑھایا جائے اور اردو کو ذریعہ تعلیم رکھا جائے کیونکہ یہی ایک مشترکہ زبان ہے جو ہمارا مشترکہ ورثہ اور سارے ملک کے باشندوں میں ہم آہنگی اور میل ملاپ پیدا کرتی ہے اور ان میں ایک مشترکہ تہذیب اور مشترکہ قومیت کے جذبہ کو نمو دیتی ہے۔ یہ اعتراض غلط ہے کہ اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے سے ان طلباء کی ترقی پر مضر اثر پڑتا ہے جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے۔ شورش اور ایجی ٹیشن سے قطع نظر اگر منطق کو معیار قرار دیا جائے تو اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انگریزی اور فارسی کے بجائے ثانوی منزل میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کے بعد سے گزشتہ (۲۵) سال کے دور میں ملک کی علمی اور ذہنی

سطح بلند سے بلند تر ہو گئی اور علم کی روشنی دور دراز مضافات تک پہونچ گئی۔ یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ اردو صرف ایک فرقہ کی زبان ہے۔ ہمارے ملک میں ایسے لوگ زیادہ آباد ہیں جو مقامی زبان کے ساتھ ساتھ اردو بھی بولتے اور سمجھتے ہیں۔ ممالک محروسہ کے ہر گوشہ میں آپ چاہیں نکل جائیں اردو بولنے اور سمجھنے والے عوام کی اکثریت پائی جائے گی۔ صرف سیاسی اغراض کے تحت اس حقیقت سے انحراف کیا جاتا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان تمام حقائق سے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے آنریبل سر سید محمد اعظم ناواقف ہوں گے۔

دستور ۱۳۵۱ف میں حکومت سرکار عالی نے ایک پریس نوٹ میں اپنی تعلیمی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے ثانوی منزل میں اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینے کے وجوہ حسب ذیل ظاہر کئے تھے:۔

> اردو کا استعمال بہ حروف اس لئے حق بجانب ہے کہ یہ ملک کی زبان ہے اور علاقوں اور دفتروں میں رائج ہے بلکہ اس لئے بھی کہ یہ ہندوستان کی عام طور پر سمجھی جانے والی زبان ہے جسے ملک کی بعض اہم سیاسی جماعتوں نے مشترکہ اور قومی زبان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا۔ یہ زبان فطری اسباب کی بنا پر موجودہ ہیئت میں آئی اور خالص ہندوستانی ہے اس کا ذخیرہ الفاظ زیادہ تر شمال اور جنوب کی دوسری ہندوستانی زبانوں سے حاصل کیا گیا ہے جیسا کہ اس زبان کی پیدائش ہی سے ظاہر ہے کہ یہ ہندو مسلم اتحاد کے جذبہ کی آئینہ دار ہے کیونکہ ان دونوں فرقوں نے اس کے نشوونما میں مساوی حصہ لیا ہے۔ اس کے استعمال کے خلاف ملک کے بعض حصوں میں جو چہ میگوئیاں ہوئی ہیں ان کی بنیاد فرقہ وارانہ مباحث پر قائم ہے جو ایسے ہیں کہ بحر کا [illegible] مفاد پیش نظر رکھتے ہوئے عارضی ثابت ہوں گے۔

ہمیں یقین ہے کہ حکومت سرکار عالی اس پالیسی پر جو مندرجہ بالا پریس نوٹ میں ظاہر کی گئی ہے اب بھی قائم ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آنریبل سر سید محمد اعظم نے جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں وہ ان کے ذاتی خیالات ہیں اور ان خیالات سے حکومت سرکار عالی کے مسلمہ مسلک پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

مسٹر جناح کے مطالبات کو بڑی حد تک پورا کر دیا جائے گا

لندن ۱۷ اپریل۔ رینالڈ نیوز آف انڈیا کا پارلیمانی نامہ نگار رقم طراز ہے کہ یہ جنگی کابینہ کے وفد کا ہندوستان روانہ ہونے کے لئے ایک منصوبہ کے قریب ہو گیا ہے۔ دولت عامہ کے ارکان [illegible] ممکن ہو گیا ہے جو برطانوی کابینہ نے مذکورہ وفد کے کام میں سہولت پیدا کرنے کے لئے ترتیب دئے ہیں مجوزہ وفد کے ممبروں سے قریبی ربط رکھنے والے حلقوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ برطانوی کابینہ نے وفد کے ارکان کے [illegible] مسائل [illegible] کرنے کے تمام امکانی ذرائع [illegible] کرنے کے کافی اختیارات دے دیے ہیں۔ یہاں برطانوی کابینہ غیر معمولی محنت و کاوش کے ساتھ ایک ایسا فارمولا تجویز کرنے کی کوشش کر رہی ہے جس کے ذریعہ مسلمانان ہند کے لئے ایک جداگانہ دستوری اقتدار کی حامل مملکت یا مملکتوں کے مسٹر جناح کی جانب سے پیش کردہ مطالبات کو امکانی حد تک پورا کر دیا جائے۔ اس معاملہ میں متبادل تجاویز پر غور کیا جا رہا ہے جن میں سے ایک تجویز کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے پارلیمانی حلقوں میں پولیٹکل مدبرین کو اس امر کا قائل کر لیا ہے کہ وہ برطانوی دولت ایک اتحاد ہند کے قیام کے لئے متضاد نقطہ ہائے نظر میں ہم آہنگی پیدا کر سکتی ہے یہ اتحاد ہند انڈین یونین آف کنفیڈریشن وحدانی یا وفاقی مملکت نہیں ہو گا۔ متعدد وزارتوں وحدتوں کا ایک بین الوفاقی اتحاد ہو گا جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے علاوہ غیر پاکستانی صوبے اور ہندوستانی ریاستیں شامل ہوں گی جن میں سے ہر وحدت کا اعلیٰ اقتدار اعلیٰ کی حامل ہو گی۔ لیکن دفاعی۔ داخلی تحفظ۔ بین الاقوامی تجارت۔ رسل و رسائل [illegible] اور اقتصادی پالیسی کے اغراض کے لئے [illegible] خصوصی معاہدہ کے واجبات کے ذریعہ ایک دوسرے سے منسلک و متحد رہیں گی۔

کہا جاتا ہے کہ پارلیمانی وفد کے بعض ممتاز ارکان نے جو ہندوستان سے [illegible] اشارہ دیا ہے کہ اگر مذکورہ بالا اساس پر ایک دستور تشکیل دیا جائے تو ممکن ہے کہ مسٹر جناح بنگال اور پنجاب کی موجودہ سرحدوں میں ایک ایسی تبدیلی منظور کر لیں جس کے تحت مسلم لیگ کے مجوزہ پاکستانی منطقوں میں سے مغربی بنگال اور مشرقی پنجاب کے ان علاقوں کو خارج کر دیا جائے گا جن میں علی الترتیب ہندوؤں اور سکھوں کی اکثریت ہے لیکن مذکورہ پارلیمانی وفد کے ارکان کا کہنا ہے کہ مسٹر جناح اس کے معاوضہ میں مشرقی پاکستان کے منطقہ میں آسام کی شمولیت کا مطالبہ کریں گے۔ سمجھا جاتا ہے کہ برطانوی کابینہ کی مندرجہ بالا تجویز کے تحت [illegible] اور [illegible] کی ضمانات ایک مشترکہ کونسل کے سپرد کی جائیں گی جس میں پاکستانی مملکتیں ہندوستانی ریاستیں اور [illegible] حکومتیں علیحدہ یا متحدہ جماعتوں کی شکل میں مساویانہ نمائندگی کی اساس پر کام کریں گی۔ (ا۔پ)

سر سی وی رامن کے لکچر

حیدرآباد انسٹیٹیوٹ جامعہ عثمانیہ کی جانب سے پروفیسر سر سی وی رامن کے تین عام فہم لکچر ۱۹، ۲۰، ۲۱ فروری سنہ ۱۹۴۶ء مطابق ۱۵، ۱۶، ۱۷ اسفندار سنہ ۱۳۵۵ف کو شام کے (۶) بجے سے (۷) بجے تک اسمبلی ہال [illegible] ہائی اسکول میں منعقد ہوں گے۔ یہ لکچر (۱) [illegible] (۲) بالا صوتی موجیں (۳) ہیروں کی [illegible] ہوں گے۔ مناظر عکسی کے ذریعہ تشریح کی جائے گی۔ ان مضامین سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب بخوشی شریک ہو سکتے ہیں۔

بقیہ صفحہ اول

بین الاقوامی صورت حال

اور [illegible] مسائل کی اخلاقی [illegible] عوام [illegible] بحیثیت [illegible] ملک [illegible] شریک [illegible] ان کی حالت [illegible] ہیں۔ [illegible] ضرورت ہے [illegible] [illegible] ہیں [illegible] (روئٹر)

آبپاشی اور برقابی کی مشترکہ اسکیمیں

ترقی کے امکانات

بڑی اور چھوٹی یا گھریلو صنعتوں کی وسیع پیمانہ پر ترقی اور ممالک محروسہ میں زرعی پیداوار میں اضافہ کی کوششوں کے پیش نظر سستی برقی قوت اور آبپاشی کی زائد سہولتوں کی فراہمی ناگزیر ہو گئی ہے قدرت نے حیدرآباد کو دو اہم دریائی نظام ودیعت کئے ہیں۔ دریائے گوداوری اور اس کے معاون اور دریائے کرشنا اور اس کے معاون یہ دونوں آبپاشی اور برقابی کی مشترکہ اسکیموں کی ترقی کے لئے زبردست امکانات کے حامل ہیں۔ اس سلسلہ میں سروے کا جو کام کیا گیا اس کے نتیجے کے طور پر محسوس کیا گیا کہ ایسی تقریباً ایک درجن اسکیموں کو نفع بخش طور پر روبعمل لایا جا سکتا ہے۔ حساب لگایا گیا ہے کہ ۳۲۸۶۰۰ کلو واٹ قوت پیدا کی جا سکتی ہے اور مزید ۲۳۳۵۱۸۰۰ ایکر رقبہ کو سیراب کیا جا سکتا ہے ان مختلف اسکیموں پر حکومت سرکار عالی کے تخمیناً (۲۶۱) کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔

یہاں یہ بتا دینا مناسب ہوگا کہ ہمارے دریا صرف بارش کے موسم میں بہتے ہیں جس کی مدت بمشکل چار مہینے ہوتی ہے سال کے باقی حصہ میں دریاؤں کا بہاؤ تقریباً رکا رہتا ہے اس لئے ان کے دریاؤں سے استفادہ کرنا صرف اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ موزوں مقاموں پر بڑے بڑے ذخائر آب تعمیر کئے جائیں۔ ذخیرہ کئے ہوئے پانی کو ایک طرف آبپاشی کی اغراض کے لئے اور دوسری طرف برقابی قوت کی تولید کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

نظام ساگر

یہ پہلی برقابی اسکیم ہے جو ریاست میں شروع کی جائے گی۔ پہلے میل پر خاص نہر کا پانی ۳۴۵ فٹ کی اونچائی سے گرتا ہے موسم گرما میں ۵۰ اور موسم بارش میں ۱۰۰ کیوسک پانی کی اوسط نکاسی سے ۲۵۰۰ کلو واٹ یا ۱۵۸۲۳۲ ملین یونٹ برقی قوت کی تولید ممکن ہوگی۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس اسکیم پر جس میں تعمیرات کے کام، قوت کی تولید اور ۵۰ اور ۱۰۰ میل کے فاصلوں پر نظام آباد وحیدرآباد تک برقی قوت کی ترسیل شامل ہے ایک کروڑ روپے کے مصارف عائد ہوں گے اس کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اور سالانہ مصارف انتظام کا تخمینہ جن میں مطالبات فرسودگی بھی شامل ہیں (۴۶۸۳) لاکھ روپے کیا گیا ہے یہ فرض کرتے ہوئے کہ (۷۰) فیصد قوت فروخت ہوگی تو اس کی تولید کی قیمت ۶۷ء۰ پائی ہوتی ہے۔ اس طرح جملہ لاگت پر ۸۰ء۱۱ فیصد نفع حاصل ہوگا۔

تنگبھدرا

مالاپورم میں دریائے تنگبھدرا پر ایک ذخیرہ آب تعمیر کئے جانے والا ہے اور صوبہ مدراس میں اور حیدرآباد کی جانب ضلع رائچور میں زمین کو سیراب کرنے کے لئے دونوں کناروں سے دو نہریں نکالی جائیں گی۔ تجویز ہے کہ حیدرآباد کی جانب تقریباً ۲۶ لاکھ ایکر رقبہ کو سیراب کیا جائے۔ برقابی قوت ان مقاموں پر پیدا کی جائے گی جہاں نہر کا پانی گرتا ہے۔ برقابی کے چار اسٹیشن ہوں گے۔

بالائی کرشنا

پیمائش کا ابتدائی کام مکمل ہو چکا ہے ۷۰۰۰۰۰ ایکڑ رقبہ کو سیراب کرنے کے لئے اس اسکیم کے اخراجات کا اندازہ (۱۱) کروڑ روپے کیا گیا ہے۔

دیونور

اس اسکیم کے تحت دریائے مانجرا پر دیونور سے پانچ میل شمال کی طرف ایک ذخیرہ آب تعمیر کیا جائے گا۔ جس نہر سے برقابی قوت پیدا کی جائے گی وہ درمیانی پہاڑ میں سرنگ کھود کر نکالی جائے گی۔ اس نہر میں سال بھر بہنے والے تین آبشار ہوں گے جن کی مجموعی گہرائی ۲۶۰ فٹ ہوگی۔ ان آبشاروں کے ذریعہ ۱۸ ہزار کلو واٹ برقی قوت پیدا کی جا سکے گی اندازہ کیا گیا ہے کہ برقابی کی اس اسکیم پر ۱۷۰۸۰۰۰۰ روپے خرچ ہوں گے اور سالانہ مصارف انتظام ۱۱۶۰۰۰۰ روپے ہوں گے۔ برقی قوت کی تخلیق کے اخراجات کا اندازہ ۲۰ء۱ پائی فی یونٹ کیا گیا ہے

پورنا

اس اسکیم کے تحت موضع سارنگی کے قریب ایک ذخیرہ آب اور دریائے پورنا پر موضع سدھیشور میں ایک بند کی تعمیر پیش نظر ہے یہ نہر جو تقریباً ۶۰ میل لانبی ہوگی ڈھائی لاکھ ایکر رقبہ کو سیراب کرے گی ۱۰۰۰ کلو واٹ برقی قوت مہیا کی جائے گی۔ اس اسکیم کے مصارف تخمیناً (۵۰ء۵۹۶) لاکھ روپے ہوں گے

گوداوری اور کدم

تجویز ہے کہ تخمیناً دو کروڑ (۲۱) لاکھ روپے کے صرفہ سے موضع کنٹا پورم کے قریب ایک بند تعمیر کیا جائے اندازہ کیا گیا ہے کہ داہنی کنارے کی نہر پر تین کروڑ (۴۴) لاکھ روپے کے مصارف ہوں گے اور اس سے تین لاکھ ایکر رقبہ سیراب ہوگا۔ بائیں کنارے کی نہر پر جو ۱۱۰ میل لمبی ہوگی ایک کروڑ (۵۵) لاکھ روپے صرف ہوں گے اور ۲۵۰۰۰۰ ایکر رقبہ کی آبپاشی کی ضروریات پوری ہوں گی۔

تجویز ہے کہ دوسرا ذخیرہ آب موضع پیدور کے قریب دریائے کدم پر تعمیر کیا جائے اس کے علاوہ برقی قوت پیدا کرنے کی غرض سے آبشار ونا کدم کے شمالی حصہ میں ناگا ملیا اور راما منڈہ ندیوں پر ذخیرہ آب کی تعمیر بھی پیش نظر ہے۔ کنٹاپورم کا ذخیرہ آب ایک ایسے مقام پر بنانے کی تجویز ہے جہاں دریا سے کدم جا جو کشتالہ کے شمال میں پہلی گھاٹی سے باہر نکلتا ہے۔ اس ذخیرہ آب کی تعمیر پر (۲۵) لاکھ روپے صرف ہوں گے۔ پیدور کے ذخیرہ آب اور راما منڈہ اور ناگا ملیا ندیوں کے بندوں کی تعمیر پر علی الترتیب ایک کروڑ روپے کے مصارف عائد ہوں گے۔

ڈنڈی

موضع گنڈلا پلی کے قریب دریائے ڈنڈی پر جو ذخیرہ آب تعمیر کیا جا رہا تھا وہ (۶۳۴) لاکھ روپے کے صرفہ سے پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ اس دریا کے داہنی کنارے سے جو نہر نکالی گئی ہے وہ وادی پداداگو میں (۳۹) ہزار ایکر رقبہ کو سیراب کر سکتی ہے اس نہر سے گرنے والے ۱۹۸ فٹ کے آبشار کے ذریعہ (۲۷۰۰۰) بجلی طاقت پیدا کی جا سکتی ہے۔

مانیر

اس اسکیم کے تحت کاماریڈی سے تقریباً (۱۸) میل دور دریائے مانیر اور کالیر ندی کے سنگم پر ایک بند تعمیر کیا جا رہا ہے صرف آبپاشی کی اسکیم پر (۵۰ء۳۰۸) لاکھ روپے کے اخراجات کا اندازہ کیا گیا ہے۔ برقابی کی اسکیم پر مزید (۵۰ء۱۱۱) لاکھ روپے صرف ہوں گے اس اسکیم کی بدولت

(باقی صفحہ ۱۰)

پنجاب میں کانگریس کی اصول شکنی

"ٹائمز آف انڈیا" کی تنقید

گزشتہ ہفتہ "ٹائمز آف انڈیا" نے اپنے ایک اداریہ میں لکھا ہے کہ گورنر پنجاب نے خضر حیات خان کو وزارت کی تشکیل کی دعوت دی۔ یہ وزارت یونینسٹ پارٹی اکالی جماعت اور ان ہندوؤں پر مشتمل ہوگی جو کانگریس کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے ہیں۔ گورنر کا یہ فیصلہ اندیشہ سے خالی نہیں۔ صدر کانگریس مولانا ابوالکلام آزاد جو اپنی پارٹی کی طرف سے گفت و شنید کر رہے تھے [illegible] کی کیا حجت ہے اور نتیجہ اس کے [illegible] کی نسبت انہیں تردد ہے۔ ٹائمز نگار [illegible] انہوں نے فرمایا کہ [illegible] میں [illegible] نہیں کرتا ہوں میں اکثریتی جماعت کے نمائندے وزارت سے باہر ہیں [illegible] مولانا کا استدلال یہ ہے کہ اس کی [illegible] صورت صرف یہی تھی کہ صوبہ داری خود مختاری کے نفاذ کے بعد سے پہلی مرتبہ پنجاب میں گورنر راج قائم ہو۔

اگر [illegible] کہ مقولہ میں یہ خیال پایا [illegible] دفعہ (۹۳) نافذ کر دیا جائے گا جو [illegible] پنجاب میں دو توڑ پذیر ہوا ہے [illegible] جانب ثابت کرنے کے لئے بھی [illegible] پیش کیا جا رہا ہے [illegible] کے ہاتھ طے کئے جا رہے [illegible] جو [illegible] ہے کیا یہ ممکن ہے کہ آج جبکہ [illegible] کر لیا ہے کہ ذمہ داری ہندوستانیوں کے ہاتھ میں منتقل کی جائے کوئی گورنر اپنے [illegible] اختیارات کو استعمال کرکے صوبہ داری متعلقہ صوبہ داری حکومت چلانے کے حق سے محروم کر دے۔ یا ایسی صورت میں ممکن ہے کہ جبکہ پہلے یا بعد کوئی وزارت قائم نہ رہ سکے اور تعطل پیدا ہو جائے۔ ان حالات میں دفعہ (۹۳) کے نفاذ کا خطرہ بے بنیاد ہے جو لوگ ہندوستانی آئین کے حامی ہیں وہ یہ دریافت کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کانگریس پارٹی نے سندھ اور پنجاب میں جو روش اختیار کی ہے اس سے اس کو کیا حاصل ہوگا۔ ان دونوں صوبوں میں ایسی جماعتوں کے لیڈروں کو وزارت کے لئے چن کر کے جو انتخابات میں بری طرح ہار چکی ہیں پارلیمانی ضابطہ کے خلاف مثالیں قائم کی گئی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے —— چاہئے جو عذر پیش کیا جائے —— کہ اکثریتی جماعت کے نمائندے نظم و نسق میں حصہ لینے سے محروم ہو جائیں گے لیکن ایک ایسے موقع پر جبکہ ہر شخص خواہ ملک مسلمانوں کو بالعموم اور مسلم لیگ کو بالخصوص یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ ایک ایسا مجموعہ ممکن ہے جس میں مسلمانوں کی وحدت اور حق خود ارادیت محفوظ ہو سکتا ہے مسلمانوں کو یہ باور [illegible] پڑ رہا ہے بشرطیکہ وہ کانگریس کے شرائط کو بلا چوں و چرا تسلیم کر لیں۔ صدر کانگریس نے اس کی توجیہ کرنے کی کوشش کی ہے لیکن پنجاب لیگ کے قائد نواب ممدوٹ اور کانگریس پارٹی کے لیڈر مسٹر سچر کے باہمی جو مراسلت ہوئی ہے وہ [illegible] اطمینان بخش نہیں ہے

لیگ کے نمائندے نے اس بنا پر [illegible] کی کہ اکثریت کی نمائندہ لیگ کو حاصل ہے سکھوں کی اکثریت کی نمائندہ اکالی جماعت کو حاصل ہے اور ہندوؤں کی نمائندہ کانگریس۔ کانگریس جماعت کو دعوت دی تھی کہ وہ تشکیل وزارت کیلئے ہندوؤں کے نام دے اور اکالی جماعت سکھوں کے نمائندوں کے نام حاصل کئے جائیں نواب ممدوٹ نے وضاحت کے ساتھ لکھا کہ:

"ایسی وزارت جس پروگرام پر [illegible] کرے گی وہ قدرتی طور پر ان امور پر مبنی ہوگی جو پنجاب مسلم لیگ کانگریس اور اکالی جماعت کے خیالات میں مشترک ہیں اور ایسے امور طے کئے جائیں جن پر کہ [illegible] سمجھوتہ ہو جائے ...... ایسے مسائل جو ہندوستان کے دستور سے تعلق رکھتے ہیں اس وزارت کی پالیسی اور پروگرام سے باہر رہیں گے اگر یہ وزارت مذکورہ بالا اصول پر تشکیل پا جائے دستوری مسائل سے متعلق ہر جماعت اپنے خیالات آزادی سے ظاہر کر سکتی ہے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

اس کے جواب میں مسٹر سچر نے تین شرائط پیش کئے۔ اولاً یہ کہ کانگریس اور اکالی پارٹی اور مسلم لیگ کو کابینہ کے مساوی نمائندگی ملنی چاہئے۔ ہر پارٹی اپنے نمائندے آپ چنے گی دوسرے یہ کہ پاکستان وغیرہ جیسے مسائل کا تعلق کل ہند اداروں سے ہے اور جب تک مخلوط وزارت قائم رہے ایسے مسائل متعلقہ پنجاب میں نہ اٹھائے جائیں۔ تیسرے یہ کہ ان دونوں جماعتوں کو اسمبلی میں وہ پروگرام اختیار کرنا پڑے گا۔ جو کانگریس کے معاشی پروگرام پر مبنی ہو جس کی وضاحت کانگریس کے انتخابی منشور میں کی گئی ہے۔ کیا یہ معقول جواب تھا؟

اس کا جواب اس غیر لیگی مخلوط جماعت میں ملتا ہے جو اب تشکیل دی گئی ہے۔ یونینسٹ جیسی مختصر سی جماعت کو تین وزارتیں دی جا رہی ہیں۔ اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کانگریسی سکھ کابینہ سے الگ رکھے جا رہے ہیں اور سکھ وزراء کا انتخاب تنہا اکالی جماعت سے کیا جا رہا ہے۔ کانگریسی جماعت میں صرف ایک مسلمان ہے اور وہ بھی مزدوروں کے مخصوص حلقۂ انتخاب سے منتخب ہوا ہے۔ اکالی جماعت میں ۲۲ سکھ ہیں۔ کانگریسی سکھوں کی تعداد دس ہے۔ چونکہ لیگ سے کہا جاتا ہے کہ کانگریس جس کو نامزد کرے اس کو کابینہ میں لیا جائے ایسی کشمکش سے پنجاب اور اس سے باہر ہندوستان میں جو اشتعال پیدا ہوگا نتائج بیان نہیں اس پس منظر میں گورنر پنجاب کا فیصلہ [illegible] سمجھ میں آسکتا ہے تمام صوبوں میں پنجاب نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا ریکارڈ قائم کیا تھا۔ اب اسی صوبہ میں انتشار کا خطرہ ایک بڑا اندیشہ ہے یونینسٹ جماعت کے ارکان کا مسلم لیگ میں شریک ہو جانا اہمیت سے خالی نہیں۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلاتنقید:-

مغربی بنگال کے لئے کانگریس کی طرف سے حسب ذیل امیدوار نامزد کئے گئے۔ بمل چندر سنہا (زمیندار) ہیم چندر ناسکر (زمیندار) دیبرل مکرجی (ساہوکار) ایشور داس جالان (ساہوکار) بسنت لال مرارکا (کارخانہ دار) جے اسی گپتا (کارخانہ دار)

پنڈت راماچاری نے ایک اخباری بیان کے ذریعہ جمع ذخیرہ بازوں کو اطمینان دلایا ہے کہ ان کی جماعت اپنے محسنوں کے ساتھ کبھی بے وفائی نہیں کرے گی اور حکومت کے آگے ایسی کوئی فہرست نہیں پیش کرے گی جس سے ظاہر ہو کہ کس نے کتنا فنڈ دیا ہے کون خفیہ تجارت کر رہا ہے اور کون چور بازار کے ذریعہ اپنی تجوریاں بھر رہا ہے۔

ہمیں پنڈت جی کے بیان پر ذرا بھی تعجب نہیں ہوا البتہ "دکن نیوز" کے بھولے پن پر ضرور حیرت ہوئی جس نے اس خبر کو باور کر لیا کہ پنڈت راماچاری اور ان کے رفقاء سرمایہ داروں کی خفیہ کارستانیوں سے حکومت کو آگاہ کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ بھلا ایسا ہو سکتا ہے کہ جن کی خاطر اور جن کے بل بوتے پر یہ ساری جمہوری تحریک چلائی جا رہی ہے۔ انہی کو بے نقاب کیا جائے۔ پنڈت جی نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہیے تھا۔

دنیا بھر کے پبلک کارکن اور اخبارات وقت بے وقت یہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر جرم کی تحقیقات کھلے طور پر ہو لیکن مدیر "وقت" نے یہ عجیب بے وقت کی راگنی چھیڑی ہے کہ مسجد ڈبیلی کی تحقیقات بند کر دی جائیں۔

ہو گا کوئی راز جس کا افشا مدیر "وقت" اور ان کے شورش پسند رفقا کا کھیل بگاڑ دے گا۔

لاہور میں پولیس نے مسلم طلبہ کے جلوس پر گولیاں چلائیں (ایک خبر)

ایک دوسری خبر یہ ہے کہ لاہور کے مسلم طلبہ کی ہمدردی میں کلکتہ اور دہلی کے طلبہ نے کوئی مظاہرہ نہیں کیا۔

ماسکو کی اطلاع ہے کہ:-

برطانیہ اور امریکہ نے سوویٹ روس کو ایک یادداشت روانہ کی ہے جس میں ایران سے روسی فوجیں ہٹا لینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ روس نے اس یادداشت کا اب تک کوئی جواب نہیں دیا۔

اس تاخیر کی وجہ باخبر حلقوں میں یہ بتائی جاتی ہے کہ مارشل اسٹالن حیدرآباد کی انجمن محبان سوویٹ روس سے مشورہ کر رہا ہے۔ ایران کا مستقبل اب اس انجمن کی ہاں یا نہیں پر منحصر ہے۔

پنجاب میں تشکیل وزارت پر بحث کرتے ہوئے معاصر "پیام" تحریر کرتا ہے کہ:-

پنجاب کے انتخابات نے جس طرح کہ سندھ کے انتخابات نے اس حقیقت کو بلا شک و شبہ واضح کر دیا کہ مسلم لیگ ہی مسلم اکثریت کی نمائندہ ہے لیکن تمام ملک کی واحد نمائندہ نہیں ہے۔

اس طرح کی منطق چاہے پھر یہ قاضی صاحب کی منطق کی رو سے ثابت ہو گیا کہ کانگریس مسلمانوں کی نمائندہ تو نہیں لیکن ہندوستان کے جملہ فرقوں اور طبقوں کی واحد نمائندہ ہے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟

جامعہ عثمانیہ کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر سر جان سارجنٹ کو ایل ایل ڈی اور سر سی وی رامن کو ڈی ایس سی۔ اور مسز سروجنی نائیڈو اور مسٹر غلام یزدانی کو ڈی لٹ کی اعزازی ڈگریاں عطا کی جائیں گی (ایک خبر)

اس فہرست میں ہمارے وظیفہ یاب صوبہ دار و منصب دار کا نام نہ پا کر ہمیں ارباب جامعہ پر بڑا غصہ آ رہا ہے کہ وہ اپنے بلند پایہ مفکرین کی قدر کرنا جانتے ہی نہیں۔

حیدرآباد میں بھی اہل ملک کے غذائی مسائل کے پروگرام کو بروئے عمل لانے کے لئے ایک پوری پوری جمہوری حکومت کی ضرورت ہے۔ (کامریڈ مخدوم محی الدین)

مگر مشکل یہ ہے اس پوری پوری جمہوری حکومت میں اغذیہ کا قلمدان وزارت کس کے سپرد کیا جائے۔ امیدواروں میں کامریڈ نارائن ریڈی۔ راجہ پنالال پتی کامریڈ مخدوم محی الدین، پنڈت راماچاری، سوامی راما نند تیرتھ وغیرہ وغیرہ بہت سے نام موجود ہیں۔

یک انار و صد بیمار۔

پنجاب میں وزارت کی تشکیل کے عنوان کے تحت معاصر "ریاست" نے تحریر کیا ہے کہ:-

"یونینسٹ جماعت کو ایک گونہ اہمیت کیوں حاصل ہے؟"

جس جماعت کو چند روز قبل پنڈت نہرو نے سرکار پرست اور ٹوڈی کا لقب دیا تھا اسی جماعت سے آج پنڈت جی کے چیلوں کو اتنی ہمدردی کیسے پیدا ہو گئی۔

ع۔ ایں ہاں راز است کہ معلوم عوام است

مخلوط یا مشترکہ تعلیم کے عنوان کے تحت ہمارے وظیفہ یاب صوبہ دار و منصب دار کا ایک کھلا خط ایک معاصر نے شائع کیا ہے جس میں ایک جملہ ہے "جنسی معاملات میں دنیا آگے بڑھ چکی ہے"۔

اس جملہ کے مضمرات کو سمجھنے کے لئے ہم نے ایک ماہر نفسیات سے رجوع کیا ان کا جواب تھا کہ ایسے مسائل بچپن کے بڑھاپے ہی میں آ سکتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر جی ایم سید نے لیگ کے انتخابی سرمایہ سے (۲۲) ہزار روپے لے کر اپنے ذاتی استعمال میں لائے۔ سندھ مسلم لیگ ان کے خلاف قانونی چارہ کار اختیار کرے گی (ایک خبر)

اس حرکت سے مسٹر سید نے اپنی ترقی پسندی کا ثبوت دیا ہے ان کے خلاف قانونی چارہ کار اختیار کرنا رجعت پسندی ہے۔

حیدرآباد کی غذائی صورتحال پر تبصرہ

مجلس غذیہ میں آنریبل مسٹر گرگسن کی تقریر

پیوستہ گذشتہ

اس وقت جو غلہ بھیجا جا رہا ہے وہ ہمارے سابقہ وعدہ کے تحت بھیجا جا رہا ہے جو ماہ فبروری کو جب ۱۹۴۶ء میں قابل آمد غلہ جات کا تخمینہ کیا گیا تھا یعنی (۲۰۵۰۰) ٹن گیہوں اور (۳۴۰۰۰) ٹن جواری اور (۸۰۰۰) ٹن باجرہ اور (۱۰۰۰۰) ٹن چھوٹے دانہ دار اجناس یعنی (۹۰۵۰۰) ٹن۔ تاہم جونکہ حالات بدل گئے ہیں اس لئے ہم نے جولائی میں گورنمنٹ آف انڈیا کے فوڈ ڈپارٹمنٹ اور سنٹرل فوڈ کونسل کو اطلاع کردی ہے کہ ماہ فروری ۱۹۴۶ء میں تمام مشخصہ مقدار کی تکمیل کے بعد ہم کچھ نہیں کہہ سکتے تا وقتیکہ ہمارا پروگرام غذائی مکمل نہ ہوجائے ہم مزید غلہ دے نہیں سکیں گے۔ اور اس کے بعد بھی صرف اس صورت میں جب کہ ہم اپنے غذائی حالات پر غور کرنے کے بعد محسوس کریں کہ خود اپنی ضروریات کو خطرہ میں ڈالے بغیر ہم غلہ بھیج سکتے ہیں۔ ہم نے گورنمنٹ آف انڈیا کو اس کی بھی اطلاع کردی کہ زرعی غذا کا پروگرام مکمل ہوجانے کے بعد بھی ہم (۲۰۰۹۶) ٹن سے زائد دے نہیں سکیں گے یعنی (۹۰۵۰۰) ٹن کے کوٹہ کی باقیماندہ مقدار میں سے (۱۸۰۰۶) ٹن جو فروری ۱۹۴۶ء ختم ہونے سے پہلے روانہ ہو جانا چاہیے تھا۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ خریف پلان ۱۳۵۵ف کے تحت وعدہ کیا ہوا (۰۰۰) ٹن کا باقی حصہ ضرورت

کمی ہونے کی وجہ سے منسوخ کرنا ہوگا۔

ہمارے ارتجاعات۔ راشن شدہ و غیر راشن شدہ کے لئے غلہ کی جو مقدار مطلوب ہے اس کے اندازے سے اور لیوی اور خوش خرید کے ذریعہ حاصل شدنی غلہ کی متوقع مقدار کے اندازہ ۱۳۵۵ف میں ہماری غذائی حالت کا کیا انجام ہوگا آپ کے ذہن میں آجائے گا۔ ہمارے راشن شدہ و غیر راشن شدہ کے لئے ماہانہ (۳۲۴۳۰) ٹن چاول گیہوں اور دیگر اجناس کی ضرورت ہوگی۔ اگر ہم پہلی فروری ۱۳۵۵ف سے ختم دے ۱۳۵۶ف تک کی مہینوں کا پلان بنا لیں تو ملک کی غذائی ضرورت کے لئے حیدرآباد کو جملہ راشن کو کل (۲۲۴۳۰۰) ٹن غلہ کی سربراہی کرنی ہوگی (۹۰۵۰۰) ٹن کی برآمد کے وعدہ کے تحت زیر دوں ۱۳۵۵ف کے شروع میں ہم کو (۵۰۰۰) ٹن بھیجنا باقی تھا۔ لہذا ملک کی غذائی ضرورت اور برآمد کے لئے کل (۳۲۹۳۰۰) ٹن غلہ کی ضرورت ہے اگر ہم نے خریف پلان کا (۴۰۰۰۰) ٹن کا کوٹہ بحال رکھا تو غلہ کی جملہ مقدار (۳۴۹۳۰۰) ٹن ہوجائے گی۔ اس کے مقابل میں ۱۳۵۵ف کے مقدار کو شمار کیا (۱۵۷۳۵۰) ٹن چاول۔ گیہوں چھوٹے دانہ دار اجناس تھے۔ ۱۳۵۵ف میں تمام فصلوں سے لیوی اور خوش خرید کے ذریعہ حاصل شدنی تخمینہ پیداوار کا اندازہ (۲۱۶۰۰۰) ٹن کیا گیا ہے خریف پلان ۱۳۵۵ف کے تحت ہم (۰۰۰) ٹن چاول

اور زیر بحث شدہ ربیع پلان ۱۳۵۵ف کے تحت (۲۵۰۰۰) ٹن گیہوں درآمد کریں گے گورنمنٹ آف انڈیا کے فوڈ ڈپارٹمنٹ نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ خریف پلان ۱۳۵۵ف کے تحت جو چاول کا کوٹہ مقرر کیا گیا ہے اس کے علاوہ مزید (۱۵۰۰۰) ٹن چاول حیدرآباد کو دیا جائے گا۔ اس طرح غلہ کی جو مقدار حاصل ہوسکے گی (۲۰۰۹۵۰) ٹن ہوگی اس لحاظ سے ۱۳۵۶ف کے ختم پر (۱۴۸۳۵۰) ٹن کی کمی پڑجائے گی۔ اگر جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے اور اس وسیلہ کے لحاظ سے جو ہم نے گورنمنٹ آف انڈیا کو لکھا ہے (۴۰۰۰۰) ٹن کا خریف پلان کا کوٹہ خارج ہوجائے تو ہمارے پاس (۲۶۵۰۰) ٹن غلہ زائد رہے گا میں آپ کو اس سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ تمام ہندوستان میں غذا کی کمی کی وجہ سے بہت ممکن ہے کہ ہمارے چاول کا (۱۵۰۰۰) ٹن کا کوٹہ جو فوڈ ڈپارٹمنٹ نے حیدرآباد کے لئے مقرر کیا ہے ہم کو نہ ملے اگر یہ مقدار ہم کو نہ مل سکے تو ہمارے غلہ کی زائد مقدار (۱۱۵۰۰) ٹن گھٹ جائے گی۔ یہ اعداد ۱۳۵۶ف کے ختم تک ہماری ضروریات کی تکمیل ہیں۔ ان اعداد میں گنجائش موجودہ غلہ کا صرف تک کم ہے اپنے پڑوسیوں کی مدد کرنے کی کوشش میں ہمارے سارے غذائی وسائل ختم ہوچکے ہونگے لیکن اگر ۱۳۵۵ف میں خدا کے فضل سے بارش اچھی ہوئی تو اس وقت خریف کی فصل اچھی ہونے اور دانہ دار اجناس باجرہ اور پیلا جوار کی نئی پیداوار سے غلہ کی مقدار میں اضافہ ہوگا اور وہ ہم ان تمام شہروں اور تعلقات کی ضروریات کی تکمیل کر سکیں گے جن میں اس وقت تک راشن بندی نافذ ہوچکی ہوگی۔

جو اعداد میں نے ظاہر کئے ہیں وہ بالکل تخمینی اور عارضی ہیں اور ان کی جانچ تمام شعبوں سے ہوتی ہے غلہ کی حقیقی طور پر آمد کی رفتار بہت کچھ منحصر ہے گا۔ کل ... اور بیرونی علاقہ جات پر غیر خالصہ کے ... کی ایک کانفرنس میں ... اپنی تقریر

پر واضح کرنے کی کوشش کی کہ ان کے متعلق مزدوروں کا لحاظ کرتے ہوئے تمام غلہ کو جو لیوی کے ذریعہ حاصل کیا گیا ہے فروری ۱۹۴۶ء سے پہلا کر دینے جا رہا ہے گیہوں کے لئے آپ کی کورنگ کمیٹی سے مشورہ کے بعد حکم اجارہ خرید جاری کردیا گیا ہے کیونکہ باہر سے گیہوں ملنے کی توقع نہیں ہے آپ میں سے جن حضرات کو مقامی مزدوروں کے لئے کمی کا اندیشہ ہے انہیں میں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہم سرو اصناف میں جلد فروشی کا دوکانیں قائم کرنے کی پالیسی پر قائم ہیں۔ اور ساتھ ہی ہم اس کی کوشش کر رہے ہیں کہ ہر موضع میں ایک غلہ بنک قائم کیا جائے اور ایسے ہر غلہ بنک کو اس کی اجازت دی گئی ہے کہ مقامی استعمال کیلئے ہر موضع کے لیوی کے غلہ میں سے فی من پانچ سیر غلہ بنک میں رکھ لیا جائے۔

میں نے یہ ظاہر کردیا ہے کہ گورنمنٹ آج آپ سے یہ خواہش کر رہی ہے کہ آپ اس اتفاق کریں کہ کن کن تمام ریاستوں سے راشن کی مقدار کو ۱۲ اونس سے ۱۰ اونس تک گھٹانے اور سخت جسمانی محنت کرنے والے مزدوروں کے زائد راشن کو ۸ اونس سے ۶ اونس تک گھٹانے کیلئے جو اپیل کی ہے اس کو حیدرآباد قبول کرے میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہمیں ایسا کرنا چاہیے۔ دہلی کانفرنس میں ہم نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ راشن بندی کے رقبوں میں راشن کی پوری مقدار فی شخص ایک پونڈ اور زائد راشن کی صورت میں ڈیڑھ پونڈ رکھی جائے باوجود غلہ کی حقیقی مقدار جو حاصل کی گئی ہے صرف ساٹھ فیصد رہی ہے ایسی صورت میں راشن کی مقدار میں اگر کمی کردی جائے تو پریشانی پھیل جائے گی اور ہر شخص اس کی کوشش کرے گا کہ تخفیف شدہ منظورہ راشن کی پوری مقدار حاصل کرے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تخفیف شدہ راشن کے صد فیصد خرچ کی مقدار موجود راشن کے ساٹھ فیصد خرچ سے بڑھ جائے گی لیکن اس تجویز ... کے ظاہر کرنے کے بعد سے

(باقی برصفحہ ۱۶)

اقبال کا تصور عشق

از جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب

اقبال کی شاعری میں بڑی کثرت سے عشق کے تصورات ملتے ہیں اور جا بجا عشق اور عقل کا مقابلہ اور موازنہ بھی بڑے زور شور اور بڑے ذوق و شوق کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بظاہر اس میں کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوتی کہ کسی شاعر کی شاعری عشق سے لبریز ہو۔ شاعری جذبات کے عالم سے تعلق رکھتی ہے اور انسانی جذبات میں سب سے قوی جذبہ جذبۂ عشق ہے۔ ناولوں اور داستانوں میں سے عشق کو نکال دو تو بے مغز ہڈیاں رہ جاتی ہیں۔ غزل کی تمام شاعری عشق ہی کی شاعری ہے۔ بقول شکسپیر شاعر، عاشق اور مجنوں ہم کیف و ہم خیال ہیں۔ عشق کیا ہے اس پر سیکڑوں رسالے لکھے گئے۔ نفسیات کے ماہروں نے اس پر تصنیفوں کا ایک انبار لگا دیا ہے۔ شاعر ہزاروں سال سے اس کے راگ گا رہے ہیں اس پر بھی یہ مضمون واضح نہ ہوا۔ ویسے بچے بوڑھے، مرد عورت، عالم نادان سمجھتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ عشق کس کیفیت کو کہتے ہیں۔ ایک تازہ وارد ولایتی پٹھان جن کی اردو دانی کا سرمایہ چند الفاظ اور ضرورت کے چند جملوں سے زیادہ نہیں تھا، لکھنؤ کی ایک محفل رقص و سرود میں دوسروں سے زیادہ بڑھ بڑھ کے غزلوں کی داد دے رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ خان صاحب یہ اشعار آپ کی سمجھ میں آتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ ہاں خوب سمجھتا ہوں سب وہی عشق کی بات ہے۔ خان صاحب اس کو نہایت سادہ اور عام فہم مضمون سمجھتے تھے جس کے سمجھنے میں عالم اور عامی برابر ہیں۔ خان صاحب کا خیال کچھ ایسا غلط نہیں تھا۔ عشق انسان کی فطرت کا خمیر ہے۔ کوئی انسان اپنی فطرت کی اس اساس سے کلیتاً ناواقف نہیں ہو سکتا لیکن یہ جذبہ ہر فرد کے اندر مختلف رنگ میں نمودار ہوتا ہے۔ کوئی اس کو آگ سمجھتا ہے۔

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

کوئی اس کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ صحیح عقل صحیح عشق کے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔ کوئی عقل اور عشق کو متضاد سمجھتا ہے اور عشق کو ایک قسم کا جنون قرار دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ عشق سے عقل اور حواس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ دنیا میں جو نظم و نسق ہے اور زندگی میں جو ربط ہے وہ عشق ہی کی بدولت ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ عشق تمام بیماریوں کا علاج ہے اور کوئی اس کو تمام بیماریوں کی جڑ اور ام الامراض سمجھتا ہے۔ کوئی اس کو بیکاروں کا مشغلہ قرار دیتا ہے۔

بقول مولانا حالی۔

ہے عشق طبیب دل کے بیماروں کا
یا خود ہے یہ گھر خرابہ زاروں کا
ہم کچھ نہیں جانتے پر اتنی ہے خبر
اک مشغلہ دلچسپ ہے بیکاروں کا

کوئی ہوس کو عشق سمجھتا ہے اور کسی کو عشق میں بھی ہوس ہی کی صورت نظر آتی ہے۔ کسی کے ہاں عشق ایک شیطانی وسوسہ ہے اور کسی کے ہاں ایک روحانی جذبہ۔

جتنی متضاد باتیں آپ کے ذہن میں آ سکتی ہیں سب عشق کے متعلق کہی گئی ہیں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس سے زیادہ الجھا ہوا اور کوئی مسئلہ نہیں۔

مولانا روم کہتے ہیں کہ ہر شے میں ہر پردے میں قصہ مختصر ہر شے میں آتش عشق ہی کا ظہور ہے۔ کائنات میں ہر چیز جذبۂ عشق سے متحرک ہے۔ وہ زہر بھی ہے اور تریاق بھی، دمساز بھی ہے اور مشتاق بھی۔ تمام زیر و بم میں اسی کا سر پنہاں ہے جس کو اگر فاش طور پر بیان کیا جائے تو جہاں زیر و زبر ہو جائے۔ زندگی کے اندر جوش اور جوشش سب اسی کی بدولت ہے۔ عشق کی وجہ سے جس کا پیرہن چاک ہو جائے وہ حرص و عیب سے پوری طرح پاک ہو جائے۔ عشق تمام علتوں کی دوا ہے۔ نخوت و ناموس کا علاج ہے۔ عشق طبیب روحانی بھی ہے اور طبیب جسمانی بھی۔ یہ افلاطون بھی ہے اور جالینوس بھی۔ جسم خاکی عشق ہی کی بدولت افلاک پر پرواز ہوا۔ ستارے اسی جذبہ کی وجہ سے گردش کرتے ہیں۔ عشق نے پرندے کو پر و بال عطا کر دئے ہیں۔ ہر ذرہ شوق محبوب میں پریشان ہے لیکن یہ کیفیت الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ عقل کے سانچے اور زبان کی ترکیبیں اس کو بھی قابل فہم نہیں بنا سکتیں۔ تمام شرح و بیان کے بعد بھی کہنے والا شرمندہ ہی رہتا ہے کہ بات بیان نہیں ہو سکی بلکہ بیان میں اس کی ایک گمراہ کن صورت پیدا ہو گئی۔

گرچہ تفسیر زباں روشن گر است
لیک عشق بے زباں روشن تر است

اس کے بیان کی کوشش میں قلم ٹوٹ جاتا ہے اور کاغذ پھٹ جاتا ہے۔ عقل اس کی شرح کی کوشش میں ایسی بے بسی میں ہاتھ پاؤں مارتی ہے گویا گدھا دلدل میں پھنس گیا ہے۔ جس کے اندر یہ کیفیت ہے وہ اس کو خوب جانتا ہے اور کسی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب اور جو نہیں جانتا اس پر کوئی حرف بیان یہ کیفیت واضح نہیں کر سکتا۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اقبال کے ہاں عشق کا کیا مفہوم ہے۔ ہمارے ہوس پرست شاعروں کا عشق اقبال کے ہاں نہیں ملتا۔ اقبال کے ہاں ہوس پرستی کا تنزل نہیں ہے۔ اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں وہ داغ کے بڑے مداح تھے اسی زمانہ میں داغ کی طرز میں چند غزلیں بھی کہیں۔ داغ کی شاعری جس رندی کا آئینہ ہے اقبال کی جوانی کا ایک حصہ بھی اسی میں گزرا۔ یہ چند غزلیں ایام جوانی کی ہیں کہ افتاد طبع کی پیداوار ہیں لیکن اقبال کی زندگی کے اس دور کو مختصر الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ [illegible] گزرے تھے۔ وہ عشق جس کی بابت مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود، اقبال کی زندگی اور اس کی شاعری میں کمیاب ہے۔ جہاں تک میں ان کی زندگی سے واقف ہوا ہوں کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کسی پر عاشق نہیں ہوئے۔ اپنی ابتدائی نظم میں وہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

ع ۔ [illegible] کو آزاد میں دیکھا، کھٹکا ہوا

کسی ایک انسان کسی ایک چیز پر دل ہو تو دنیا درست نہیں سمجھتا۔ آخری دور کی اپنی ایک فارسی نظم میں بھی اس کا اقرار کرتے ہیں کہ

دل بکسے نہ باختہ

یہی وجہ ہے کہ ہوس پرستی کی شاعری کا ذوق رکھنے والوں کو اقبال کے ہاں سے کچھ نہیں ملتا۔ یہ شاعر جن کے اعصاب پر بقول اقبال عورت سوار ہے اقبال کو شاعر ہی نہیں سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ بھائی اس کو فلسفی، مصلح اور مجدد جو کچھ چاہو کہو لیکن شاعر نہ کہو۔ ان کے نزدیک یہ غلط ہے کہ عشق مجازی کی اصلی اور موہوم کیفیتوں کو رنگین الفاظ میں بیان کرے۔ اقبال کی شاعری ہوس سے پاک ہے لیکن عشق سے لبریز ہے [illegible]

...ہے عشق کے متعلق کیا کیا کہتا ہے۔
...ہیں بے خود آرزو ہوں لیکن عشق میں ... اور ...
علم ابن الکتاب ہے اور عشق ام الکتاب
...عشق میں بڑی کشش ہے اور ہر شئی میں ...
...ہے۔ تمام ہستی فانی ہے۔ صرف عشق زندہ جاوید
...ہے۔ عشق ہی تو کائنات کی تہہ اور اس کا
...مستعی ہے۔ زندگی ایک آرزو ہے پیہم اور
...حقیقت عشق کا نام ہے اور یہ آرزو اور جستجو
...عشق ہی کی بدولت ہے۔ عشق خالق کائنات
...ہیں ہے اور خود کائنات بھی۔ حیات انسانی
...کی تمام بہاریں اسی کی رہین منت ہیں
...اور کلی میں اس کی رنگینی ہے اور
...انسانوں میں اس کی جنوں انگیزی ہے۔ رنگ
...میں اور انسانوں میں بھی اس کی وجہ سے ہے
...اور یہ ذوق ... بھی ہے۔ یہی ذوق تقاضا ہے
...اقبال کے ہاں قوت تخلیق
...کا نام عشق ہے۔ عشق کا کام ایک ہستی کو دوسری
ہستی میں ضم کر دینا نہیں بلکہ خودی کو استوار کرنا
...ہے جس قدر جذبۂ عشق ہے اتنا ہی
...ذوق تخلیق اور قوت نمو بھی ہے ...
...حیات ... کی قوتوں کی پیداوار ہیں۔ یہ نہیں
...ہے کہ منقار کے ہونے کی وجہ سے بلبل بولتا
...ہے۔ اور پاؤں کے ہونے کی وجہ سے
...چلتا ... ہے۔ حقیقت میں علت
و معلول کا سلسلہ معکوس ہے۔

کبک پا از شوخیٔ رفتار یافت
بلبل از ذوق نوا منقار یافت

جذبۂ عشق آلات و اعضا کو پیدا کرتا ہے۔
بقول مولانا روم

آلات از حاجت شد ... او

...حیوان اور انسان کے آلات اسی جذبہ کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔ نباتات حیوانات ... سب پر یہ قانون حاوی ہے کہ جذبۂ حیات اسباب حیات پیدا کرتا ہے۔
بیہوشی کی آنکھ ... انسان کی آنکھ ... زندگی کی ... ہے اور یہ ... بیدار و ... رفتار سب عشق یعنی جذبۂ حیات ...

تخلیق کے مظاہر ہیں۔
اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اقبال کے اس عشق کے مفہوم میں جذبۂ حیات جذبۂ ارتقاء اور جذبۂ استحکام خودی کے ہیں۔ یہ جذبہ اپنی تکمیل کے لئے ارتقاء کو اختیار کرتا ہوا اور عالم کو تسخیر کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ یہ ایک ازلی اور ابدی حقیقت ہے۔ اس کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا۔ اگر جوہر حیات تخلیق مسلسل ہے تو اس کی کوئی انتہا نہیں ہو سکتی۔ حصول کے بعد سکون ہو جائے تو موت طاری ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ یقین کامل بھی ایک طرح کی موت ہے۔ زندگی گمان اور یقین کی کشمکش کا نام ہے جرمنی میں ایک مشہور فلسفی ادیب گزرا ہے جس کا نام (لیسنگ) ہے۔ اس کا فلسفۂ حیات اقبال کے فلسفۂ حیات سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے وہ ایک جگہ کہتا ہے کہ اگر میں خدا کے روبرو پیش ہوں اور وہ مجھے کہے کہ دیکھ تیرے ایک ہاتھ میں صداقت کاملہ اور حق الیقین ہے اور دوسرے ہاتھ میں تلاش حقیقت تجھے اختیار ہے کہ ان میں سے جو چاہے لے لے تو میں کہوں گا کہ اے خدائے لایزال یہ حق الیقین تو اپنے ہی پاس رکھ مجھے جستجو حقیقت عطا کر۔ تو حق الیقین کے ہوتے ہوئے بھی زندہ رہ سکتا ہے مجھے اگر حق الیقین حاصل ہو گیا تو میری موت آ جائے گی۔ میری جستجو ختم ہو جائے گی۔ میں گمان و یقین کی کشمکش کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اقبال نے اسی خیال کو کس ڈھنگ سے اس شعر میں ادا کیا ہے

؎ بایں سوز تازہ ہر دو آرزو دیدم
بگمان دہ یقین را کہ شہید جستجویم

میرا یقین لے کر مجھے گمان کو خریدنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ میری فطرت یہ ہے کہ میں شہید جستجو ہوں۔
عشق وہ جذبہ ہے جو زندگی کا خالق اور اس کا معاون ہے۔ اس کے اصلی

مقابل ہوتے ہوئے کسی کسوٹی پر پرکھ سکتے ہیں جس عشق سے خودی کمزور پڑ جائے زندگی کی قوتوں پر اقتدار کم ہو جائے زندگی تنگ ہو جائے شیرازۂ حیات بکھر جائے خودداری میں کمی آ جائے وہ عشق نہیں بلکہ فنا پذیری اور موت آفرینی ہے۔ نامردی اور بیمار ذوقی کا نام لوگوں نے عشق رکھ دیا ہے۔ اور نالہ و بکا اور فغاں و شیون اپنا مسلک بنا لیا ہے۔ صوفی بھی جو خدا میں ضم ہو جانے کو عشق سمجھتا ہے غلط سمجھتا ہے۔ عشق کا مقصد جذب اور فنا نہیں بلکہ خدا کی عظمت و کبریائی سے بہرہ اندوز ہونا ہے۔ آپ اپنے کو ہیچ سمجھنا عشاق کا کام نہیں ہے اگر عشق یہ ہے تو زندگی کے اندر عقل کا کیا مقام ہے۔ اقبال کا فلسفۂ حیات عقل کو ایک ثانوی حقیقت قرار دیتا ہے انسان اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ وہ زندگی کو سمجھے اور اس کو عقل کے سانچوں میں ڈھال لے۔ خارجیات کے مطالعہ سے زندگی کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی۔ ؎ عقل جز پیچ در پیچ نیست۔

عقل اگر عشق کے زیر نگیں رہے تو ایک بڑے کام کا آلہ ہے جو خود زندگی نے اپنے مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے لیکن عقل جب عشق سے آزاد ہو کر عمل کرنے لگتی ہے تو ظن سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اس کو اقبال نے نہایت لطیف انداز میں ایک تشبیہ سے سمجھایا ہے کہ ساحل پرسکون طریقہ سے اپنا غور کر رہا ہے کہ میں کیا ہوں اور کچھ اس کی سمجھ میں نہیں آتا موج رواں بیکراں اس کا جواب دیتی ہے کہ زندگی کی ماہیت ایسی ہے جو عقل کے جامد اور سکونی سانچوں میں نہیں ڈھل سکتی۔

؎ ساحل افتادہ گفت گرچہ بسے زیستم
ہیچ نہ معلوم شد آہ کہ من کیستم
موج ز خود رفتۂ تیز خرامید و گفت
ہستم اگر می‌روم گر نروم نیستم

محض عقل کی بنا پر کوئی بلند کام بھی نہیں ہو سکتا دنیا میں انسانی کارنامے بڑے بڑے کاموں کی تہ میں ایک ایسا جذبہ ہوتا ہے جو اس کا احاطہ نہیں کرتا کہ پوری طرح حقیقت سمجھ میں آ جائے تو عمل کروں گا۔

؎ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

جن لوگوں نے روحانی اور معاشرتی انقلابات پیدا کئے ہیں وہ جذبۂ عشق کے ماتحت پیدا کئے ہیں۔ اگر یہ لوگ استدلال کے پائے چوبیں سے راستہ طے کرنا چاہتے تو چند قدموں کے بعد لڑکھڑا جاتے۔ جو شخص سوز محبت سے بے نصیب ہے وہ حکیم ہونے پر بھی جوہر حیات سے محروم ہے۔

ع۔ لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف

محض عقل کی زیادتی عشق کی کمی کو پورا نہیں کر سکتی۔ یونانیوں نے انسان کی یہ تعریف کی تھی کہ انسان ذی عقل حیوان ہے۔ اقبال کہتا ہے کہ جب تک وہ محض ذی عقل ہے تب تک وہ حیوان ہے اگر وہ انسان بنا چاہتا ہے تو اس کو عاشق بننا چاہیے ورنہ محض حیوانی زندگی بسر کرنے کے لئے جو عقل اور زیرکی وہ برتتا ہے وہ ایک حیوانی چیز ہے اور عشق حقیقی سے مبرا ہو کر وہ شیطانی شکل اختیار کر لیتی ہے۔
بقول مولانا روم

علم را بر تن زنی مارے شود
علم را بر جان زنی یارے شود

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است

اقبال کا فلسفۂ عشق و عقل مولانا روم کی تعلیم سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انہی کی تعلیم کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے فقط۔

بقیہ صفحہ (۴)

آبپاشی اور برقی طاقت کی مشترکہ سکیمیں

۱۱۹۹۸ ایکڑ رقبہ سیراب ہو سکے گا۔ تجویز
ہے کہ برقی قوت پیدا کرنے کے لئے ذخیرہ آب
سے ۶۶۰۰ میل لمبی ایک نہر نکالی جائے
اس نہر کا پانی ۵۰۰ ۲۳۶ فٹ سے ملا کی
نتیجہ میں گرے گا جس سے ۰۰ ۱۰ لاکھ کلو واٹ
برقی قوت پیدا کی جا سکے گی۔

پین گنگا

صوبہ ... کے اضلاع ... اور ... دل
اور ... کے دریائی علاقہ میں ایک ذخیرہ آب
کی تعمیر بیشتر ثابت ہوگی۔ خاص ذخیرہ آب کے
علاوہ متعدد ذیلی ذخائر آب باندھ اور انفاء
کئے ہوں گے۔ ان سب کے اخراجات تعمیر کا اندازہ
دو کروڑ ۹۰ لاکھ روپے کیا گیا ہے۔ ذخیرہ
آب سے بہنے والی نہر کا پانی ۵۰۰ فٹ کی اونچائی
سے دریا میں گرے گا اور اس سے ۹۰۰۰
کلو واٹ مسلسل برقی قوت پیدا کی جا سکے گی۔
اس طرح مجموعی ۲۲۳ ملین یونٹ حاصل
کئے جا سکیں گے۔ برقی قوت کی لاگت فی
فی یونٹ ۰۰۲ پائی صرف ہوں گے۔
دریائے کرشنا اور دریائے تنگبھدرا
کے سنگم کے اوپر افتادہ کنووں کی سطح میں ۲۰۰
فٹ کا جو فرق ہے اس سے فائدہ اٹھا کر
۲۳۴ ملین یونٹ برقی قوت پیدا کی جا سکے گی
جس کا صرفہ فی یونٹ ۶ ۳۲ ۱ پائی ہوگا۔

شدید ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اور کئی
کی وجہ سے ہندوستان کو دنیا کی ناقصات
میں سے زیادہ حصہ حاصل کرنے کا حق زیادہ
حاصل ہو جائے گا۔ اشن کی اس کمی میں تقسیم
ہندوستان کے ساتھ شریک ہے۔ ہم
اشتراک نہیں کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر آپ

اعتدال کے ساتھ اس کا استعمال کیا جائے تو پبلک کے
سامنے کر دیں تو وہ سمجھ جائیں گے کہ اس سے
خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ موجودہ
صورت میں بھی ہم ایک یا دو وقت کے بجائے
صرف نصف مقدار کی حد تک چاول دیتے ہیں
اشن کی مقدار ... وقت ایک گھنٹ ...

بعد بھی ہم چاول کم دیتے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے
چاول دیتے رہیں گے اس طرح چاول کے
میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ اس سے ... کی کمی
موجودہ مقدار کے مقابلہ میں حقیقی طور
صرف تین فیصد مقدار حاصل کی جاتی رہے۔

بقیہ صفحہ (۷)

حیدرآباد کی غذائی صورت حال پر تبصرہ

مرکزی گورنمنٹ نے تمام ہندوستان کے غذائی
حالات پر غور کرنے کے بعد یہ طے کیا ہے
کہ راشن کی مقدار میں کمی کرنے سے حیثیت
مجموعی غذائی حالت بہتر ہوگی جس کی اس وقت

دارالعوام میں ہندوستان پر مباحثہ

لندن ۱۶ دسمبر - ہندوستان میں
برطانوی کابینہ کے وفد کی ہونے والی گفت
و شنید کے نتیجے کے متعلق لندن کے پارلیمانی
حلقوں میں جو حالات پر گفتگو ہو رہی ہے
ان کی نوعیت سے جو معلوم ہوتے ہیں
کہ اگر قدامت پسند ہندوستان کا مسئلہ
لے کر وہ سلطنت برطانیہ کو پوری طرح ختم
کر رہے ہیں۔ انھوں نے "ہندوستان" پر
ایک پارلیمانی مباحثے کے لئے اصرار کیا۔ پارلیمانی
حلقوں میں یہ رائے ظاہر کی جا رہی ہے کہ
کابینہ کے وزراء کی ہندوستان کو روانگی
کے وقت ہندوستان کے نازک مسئلہ پر کوئی
اختلافی مباحثہ نہیں ہونا چاہئے اور اس
مصلحت کی بنا پر قدامت پسندوں کی مخالفت
مخالفت کوئی پریشان کن سوالات نہیں
کرے گی۔ حکومت نے آئندہ جمعہ کو ہندوستان
پر مباحثہ مقرر کیا ہے۔ اگرچہ قدامت پرست
چاہتے ہیں کہ وہ ہندوستان پر مباحثہ ملتوی
اس لئے کرانا چاہتے ہیں کہ ہندوستان جانے
والے وزراء کی کامیابی کے لئے اپنی نیک
تمنائیں ظاہر کریں اور ان کو احتیاط کرنے کا
مشورہ دیں لیکن اس بات کے قرائن پائے
جاتے ہیں کہ وہ مباحثے کے دوران میں بالواسطہ
یا بالواسطہ ہندوستان میں اقلیت کے مفادات
کے تحفظ کا سوال اٹھائیں گے سمجھا جاتا ہے کہ
اس قسم کی بحث شنبہ کو دارالامراء میں بھی
ہوگی جبکہ لارڈ زٹیکی لارڈ حکومت سے یہ دریافت
کریں گے کہ آیا وہ برطانوی کابینہ کے وفد
کی ہندوستان کو روانگی سے قبل اس کو
دی جانے والی ہدایات کی اشاعت میں
عمل میں لائے گی جیسا کہ کرپس مشن کے موقع
پر کیا گیا تھا۔ وہ حکومت سے ہندوستان
کی اقلیتوں کے لاکھوں افراد کے تحفظ کے
متعلق یہ استفسار کریں گے کہ ہندوستان کے
آئندہ دستور میں ان اقلیتوں کا کیا موقف
ہوگا۔ قدامت پسندوں کے اس رجحان
کو اس لئے اہمیت حاصل ہے کہ ہندوستان
کے دستوری تصفیہ کے متعلق گزشتہ گفت و شنید
اقلیتوں کے تحفظات کی مضبوط چٹان
سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی تھی۔ لیبر پارٹی کے سرکاری
حلقوں میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حکومت
کسی صورت میں بھی ہندوستان کے نازک
مسئلہ کے حل میں ناکامی کی ذمہ داری کو اپنے
اوپر عائد نہ کرے گی۔ اور اس وجہ سے
کابینہ کے وفد کو دی جانے والی ہدایات شائع
نہیں کی جائیں گی (ا ۔ پ)

اشتہار

مرتبہ از محکمہ عدالت نظامت دیوانی ضلع کریم
مورخہ ۵ اردی بہشت ۱۳۵۵ف

نمبر مقدمہ ۳۲/۲۲ سنہ ۱۳۵۵ف ۔ باجلاس ... گیری پرشاد ... سی ایس ناظم عدالت ضلع ۔
سائی گوینداو درخواست گزار بنام سرکار عالی ۔ دعوی عطائی صداقت نامہ وراثت ۔
ہرگاہ عوام الناس کو بذریعہ اشتہار ہذا آگاہ کیا جاتا ہے کہ مسمی سائی گوینداو ویکھ ... نے عدالت ہذا میں درخواست دی ہے کہ ان کے پدر مسمی سائی دکھیشر راو کا انتقال بتاریخ ۸ سپٹمبر ۱۹۴۵ء مطابق ... ۱۳۵۴ف بمقام ... تعلقہ جگتیال ہوا ہے چونکہ پدر متوفی سائی دکھیشر راو ... ایسٹ اینڈ ویسٹ انشورنس کمپنی لمیٹڈ نے بمبئی میں مبلغ پانچہزار روپیہ کا بیمہ کرایا تھا بوجہ فوتی پدر متوفی درخواست گزار قانونی وارث جائداد ہوتے ہیں کہ وہ بیمہ کی رقم کے حصول کی غرض سے صداقت نامہ کے خواہاں ہیں لہذا جس کسی کو عطائے صداقت نامہ وراثت کے متعلق عذر ہو وہ موجود اصالتاً یا وکالتاً عدالت ہذا میں حاضر ہو کر بتاریخ ۹ خورداد ۱۳۵۵ف وجہ ظاہر کریں کہ کیوں نہ اس کو صداقت نامہ وراثت عطا کیا جائے ۔ (شرحہ دستخط منظم عدالت)

اشتہار

مجریہ دفتر اول تعلقداری ضلع نظام آباد ۔
واقع اردی بہشت ۱۳۵۵ف

نمبر مقدمہ ۱۸۱/۸۴ سنہ ۱۳۵۴ف متعلقہ درخواست محمد احمد الدین نسبت ... حصہ
احمد الدین بنام عبدالرحمن ۔ بابت تخلیہ (سنہ ۱۲۲۰) سنہ ۱۳۴۷ف

مہاراجہ جوبلی ہیئر آئیل

طلائی تمغہ یافتہ

بالوں کو بڑھاتا سفیدی کو روکتا اور دماغ کو قوت آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے

بھگوان اینڈ کمپنی گلزار حوض

ہندوستان کے بہترین ٹائیلٹ

نائیلا

نائیلا کریم ۔ اسنو ۔ برلن ٹامن ۔ امنڈ ہیئر آئیل لیونڈر استعمال فرمائیے

ریڈیو اینڈ ٹاکی ہوز

سٹانڈرڈ فارماسیوٹیکل ورکس لمیٹڈ کلکتہ

ڈپو برائے ممالک محروسہ سرکار عالی ۔ ۱۴۱۵ سلطان بازار حیدرآباد دکن

جملہ بی ٹنکچرس ، بایالوجیکل اور کیمیکل انجکشنس کے
علاوہ زود اثر پیٹنٹ ادویات
ماہروں کی زیر نگرانی تیار کیے جاتے ہیں